# مسلم ریزرویشن

## حالات کا جبری تقاضا

مبارک حسین مصباحی

ہماری ملی قیادت ہو یا مسلم سیاسی لیڈر شپ، مجموعی طور پر دونوں ناکام ہیں اور یہ ناکامی امتِ مسلمہ کے مسائل حل کرنے اور غریب مسلمانوں کو ان کا حق دلانے کے حوالے سے ہے، ورنہ بجاے خود ملی قائدین ہوں یا مسلم سیاسی لیڈران اپنے ذاتی مقصد میں صد فی صد کامیاب ہیں۔ آزادی کے بعد سے آج تک مسلم قیادت نے مسلمانوں کو صرف جذباتی مسائل میں الجھائے رکھا۔ بابری مسجد کا مسئلہ ہو یا مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ۔ ان تمام مسائل میں مسلم قائدین سر سے کفن باندھ کر سرگرم رہے اور جب انھوں نے اقتدار یا دولت کی شکل میں اپنا نشانہ پا لیا تو چپی سادھ کر بیٹھ گئے۔ اس سچی بات سے آج کوئی بھی صاحبِ بصیرت انکار نہیں کرے گا کہ اگر ملت مرحومہ کے چرب زبان مسلم لیڈران نے بابری مسجد اور مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے نام پر ملک بھر میں شعلہ بیانی نہ کی ہوتی تو ہندو قوم دشمنوں کی طرح یلغار نہیں کرتی۔ حالات سامنے ہیں کہ نہ بابری مسجد بچ سکی اور نہ مسلم پرسنل لا کا تحفظ ہو سکا۔ مگر ان دونوں مسائل کی عوامی جذباتیت سے مسلم قیادت نہال ہو گئی۔ اب دیکھیے جمعیۃ علماے ہند نے وندے ماترم کے مسئلہ کو بھی گرمانے کی کوشش شروع کی ہے۔ اگر انھوں نے اس کی مخالفت میں دو چار کانفرنسیں اور کر دیں تو وندے ماترم کی ننگی تلوار مدارس کی گردن تک بھی پہنچ جائے گی۔

مسلمانوں کو جذباتیت سے نہیں سنجیدگی اور دور اندیشی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی فکر، عمل کے بجاے ردِ عمل کی بن گئی ہے۔ وہ تمام مسائل صرف احتجاجی مظاہروں سے حل کرنا چاہتے ہیں، حالاں کہ جمہوری ملک میں کسی بھی مسئلہ کے حل کے لیے پہلے قانونی اور سیاسی راہ ہموار کی جاتی ہے اور پھر عوامی دباؤ بنا کر مسائل حل کرائے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ ملک کی کل آبادی میں ان کا تناسب ۳۴.۱۳/ فیصد ہے جب کہ عیسائی ۹.۳۴/ فیصد، سیکھ ۸۷.۱/ بودھ ۷۷.۰/ اور جین ۶۱.۰/ ہیں۔ یہ غیر مسلم اقلیتیں اپنے اپنے دائرے میں بڑی حد تک متحد ہیں اور ہر فرقے کی قیادت اپنے مجموعی مفاد کو پیشِ نظر رکھتی ہے۔ اسی لیے کم تعداد کے باوجود ان کا سیاسی دباؤ حکومتوں پر مسلمانوں سے زیادہ رہتا ہے۔ ۱۹۸۴ء کے فسادات سے متاثر سکھوں نے بڑی خاموشی سے ۴۴۷/ کروڑ کا پیکیج اور دوسری مراعات حاصل کر لیں۔ مگر مسلم قیادت متعدد بھیانک فسادات سے متاثر مسلمانوں کے لیے کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ بلکہ فساد زدہ مسلمانوں کو خطرناک مقدمات میں الجھا کر آج تک نشانۂ ستم بنایا جا رہا ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشی زبوں حالی اب نوشتۂ دیوار ہو چکی ہے۔ بڑی شد و مد کے ساتھ یہ مشورے تو عام طور پر دیے جاتے ہیں کہ مسلمان اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں مگر عہدِ حاضر میں معاشی استحکام کے بغیر تعلیم دلانا کتنا مشکل ہے، شاید عشرت کدوں میں بیٹھے ہمارے سیاسی قائدین کو اس کا اندازہ نہیں، آج زمینی حقیقت یہ ہے کہ معاشی استحکام کے بغیر تعلیم نہیں اور تعلیم کے بغیر معاشی استحکام نہیں اور ملک کے مختلف گوشوں میں پس ماندہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ دونوں ہی چیزوں سے محروم ہے، ہمارے علما کا حال یہ ہے کہ وہ سرکار کا ارشاد الفقر فخری پڑھ پڑھ کر صبر و قناعت کی تلقین کرتے ہیں، حالاں کہ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے جس میں انسانی زندگی سے متعلق تمام مسائل کا حل ہے۔ سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی ہر ایک سے متعلق جامع نظام موجود ہے، اسلام میں غریب و نادار اور یتیم مسلمانوں کی ہمدردی اور غم گساری باعثِ اجر و ثواب قرار دی گئی ہے۔ صفحۂ ہستی پر یہ مذہب اسلام ہی ہے جس نے انسانی غلامی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا، مگر افسوس ہندوستانی سماج میں مسلمانوں کی فکری غلامی کا سلسلہ آج بھی باقی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک بڑی تیزی سے اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام سے اکتساب کر رہے ہیں۔ آج وقت کا تقاضا ہے کہ علماے کرام اسلام کے معاشی اصول اور بینکنگ نظام سے دنیا کو متعارف کرائیں۔ مگر افسوس! علما کو اپنی شعلہ بیانی اور سحر طرازی کے دوران اس کا احساس ہی نہیں رہتا کہ ایک بھوکا انسان مسلک و مذہب کی مہم کیا چھیڑے گا اسے اپنا مذہبی تشخص ہی بچانا دشوار ہے۔

آج ہمارے ملک میں کتنے ہی مقامات ہیں جہاں مسلمانوں کے پس ماندہ طبقات اپنا مذہب ترک کر رہے ہیں۔ آندھرا کے رایلس اور تلنگانہ کے بعض غریب مسلمان اپنی حد درجہ مفلسی اور جہالت کی وجہ سے مرتد ہو رہے ہیں۔ بہار، بنگال اور آسام کے بعض علاقوں میں بھی اس قسم کے واقعات سامنے آرہے ہیں، کیوں کہ دیگر مذاہب کے لوگ ان کی معاشی اور دیگر بنیادی ضرورتوں کو پورا کر رہے ہیں۔ غربت و افلاس کی وجہ سے ارتداد کی یہ افسوس ناک روش ملک کے دیگر پس ماندہ علاقوں میں بھی بڑھ رہی ہے۔ انھیں حالات سے فائدہ اٹھا کر اب قادیانی بھی جال پھینک رہے ہیں۔ غریب مسلمانوں کو دولت کا لالچ دے کر قادیانی مذہب میں داخل کر رہے ہیں۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے انسان کبھی کبھی بدترین گناہ کرنے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ ملک کے بعض علاقوں میں آج افلاس کی ناگن نے مسلم خواتین کو اس منزل پر پہنچا دیا ہے کہ وہ دو وقت کے کھانے کے لیے اپنی عصمت فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ پس ماندہ مسلمانوں کے حال آشناؤں پر یہ تمام چیزیں پوشیدہ نہیں۔

یہ سچ اور حق ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ فقر میرے لیے باعثِ فخر ہے۔ مگر اسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات بھی نظر میں رہنے چاہئیں۔

(۱) - فقر دونوں جہاں میں رسوائی کا سامان ہے۔ (۲) - فقر و محتاجی بسا اوقات کفر کا سبب بن جاتی ہے۔

در اصل سرکار علیہ السلام نے جس فقر کو اپنے لیے باعثِ فخر قرار دیا ہے، وہ یہ فقر و محتاجی اور غربت و افلاس نہیں جس کی وجہ سے آج ہزاروں مسلمان ارتداد اور بدمذہبی کی راہ اختیار کر رہے ہیں، فقر اور محتاجی کے حوالے سے حضرت سید شاہ حمزہ عینی مارہروی نے ان تینوں حدیثوں کی بڑی موثر اور دل پذیر تشریح فرمائی ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات آپ بھی پڑھ لیجیے:

”فقر کی دو قسمیں ہیں: (۱) - فقر اختیاری، (۲) - فقر اضطراری۔ یعنی فقر محمود بھی ہے اور مذموم بھی۔ ”الفقر فخری“ میں فقر محمود مراد ہے، چناں چہ اس فقر کی توصیف حدیث میں اکثر جگہ وارد ہے۔

دوسری حدیث: ”الفقر سواد الوجہ فی الدارین.“ میں فقر سے مراد مفلسی ہے۔ یعنی جو شخص محتاجی میں مبتلا ہو گا وہ تلاشِ رزق کے چکر میں عبادت سے محروم رہے گا اور عبادت میں مشغول بھی ہو تو ــــ ع: ”پراگندہ روزی پراگندہ دل“ کے مصداق بندگی کی حلاوت سے محروم رہے گا اور (محتاجی کے سبب) دنیا بھی اپنے ہاتھ میں نہیں۔ گویا دونوں جہاں میں اس کی روسیاہی ہے اور خویش و اقارب، یار و احباب، کسی کے نزدیک اس کی قدر نہیں۔ چناں چہ دانش مندوں کا قول ہے کہ اگر مفلس شخص میں سحبان جیسے فصیح کی فصاحت، ابن مقلہ جیسے خطاط کا خط، لقمان جیسے حکیم کی حکمت اور حضرت ادھم جیسے عارف کا زہد ہو، پھر بھی اس کی ایک درہم کے برابر بھی قیمت نہیں ہوگی، ہاں ہاں!

چو در کیسہ بوعلی پول نیست ــــ سخن گرچہ سحر است معقول نیست

یعنی اگر بوعلی کی تھیلی میں پیسہ نہیں تو سحر طراز گفتگو بھی بے معنیٰ ہے۔“

تیسری حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت عینی رقم طراز ہیں۔

”تیسری حدیث ’کاد الفقر ان یکون کفراً‘“ کا پس منظر یہ ہے کہ بہت سارے مفلس تنگ دستی کی حالت میں جو کچھ منہ میں آتا ہے بے دریغ بک جاتے ہیں اور خدا اور رسول کا خیال نہیں رکھتے، اسی وجہ سے کفر کے قریب پہنچ جایا کرتے ہیں۔“

(کاشف الاستار، ص: ۵۲، بحوالہ اہل سنت کی آواز، ج: ۱۶)

حضرت سید شاہ عینی قدس سرہ العزیز نے احادیث نبویہ کی جو تشریح فرمائی وہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ آج دعوت و تبلیغ اور عبادات و معاملات کے بہت سے مسائل معاشی استحکام پر موقوف ہیں اور موجودہ دور میں تو دولت کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ مرشدانِ طریقت ہوں یا داعیانِ شریعت، ان کی خاص توجہ کے نشانے وہی علاقے ہیں جہاں کے مسلمان معاشی خوش حالی سے شاد کام ہیں۔ اور یہ صورتِ حال دینی تقاضوں کے پیشِ نظر ہی ہے، کیوں کہ مدارس ہوں یا خانقاہیں، دعوتی تحریکیں ہوں یا تصنیفی ادارے دولت کے بغیر اس دور میں نہ کسی نظام کو زندہ رکھا جا سکتا ہے اور نہ اس کا دائرہ وسیع کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

”حدیث کا ارشاد ہے کہ آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۱۳۴)

غریب علاقوں میں جو بے راہ روی اور ارتداد کا رجحان بڑھ رہا ہے شاید بڑے علما اور بڑے پیرانِ طریقت کو اس کا اندازہ نہیں کیوں کہ ان علاقوں میں ان کے باضابطہ مدعو کرنے کی اہلیت نہیں۔ اور جہاں تک بساطِ سیاست کی مسلم لیڈر شپ کا سوال ہے تو انھیں تو ذاتی منفعت، پارٹی سے وفاداری اور اپنی کرسی بچانے کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

یہ کسی قدر طویل خامہ فرسائی ہم نے اس لیے کی ہے کہ دینی اور سماجی نقطۂ نظر سے معاشی اہمیت کا اندازہ ہو۔ علما اور داعیانِ اسلام بھی اپنے خطبات میں قوم کو تجارت و معیشت کی جانب متوجہ کریں۔ عقائد و ایمان کا تحفظ ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے، مگر امتِ مسلمہ کو ارتداد سے بچانا اور انھیں سماجی و معاشی استحکام دلانا بھی ہمیں اپنی قائدانہ اور داعیانہ ذمے داریوں میں شامل کرنا چاہیے۔ اور اس جمہوری نظام میں اس ذمہ داری سے سبک دوشی مضبوط سیاسی محاذ اور بھرپور سیاسی نمائندگی کے بغیر ممکن نہیں۔ ذہنی طور پر اگر آپ میرے قریب آگئے ہوں تو آیئے ہم مشترکہ طور پر اپنا روئے سخن بساطِ سیاست کی طرف موڑتے ہیں کہ ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے ریزرویشن ضروری کیوں ہے؟

ہندوستان مختلف مذاہب اور مختلف برادریوں کا گلستاں ہے۔ اس میں بیلا، چمیلی، جوہو، گیندا اور گلاب ہر قسم کے گل دستے ہیں۔ یہ چمن اسی وقت سرسبز و شاداب کہا جائے گا جب اس کا ہر گل دستہ پھل پھول رہا ہو۔ سوکھی شاخوں اور مرجھائی کونپلوں کے درمیان گلاب کا مسکراتا پھول بھی بے رونق معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کسی انسان کو صحت مند اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب اس کے تمام اعضا صحیح و سالم اور صحت مند ہوں۔ اگر کسی انسان کے ہاتھ پیر چل دیے جائیں اور آنکھ، کان، ناک صحیح ہوں تو کوئی باشعور شخص اس دست و پا کٹے انسان کو صحت مند نہیں کہہ سکتا۔ درخشاں ہندوستان کا خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہندوستان کا ہر باشندہ تعلیمی، اقتصادی اور جسمانی طور پر خوش حال اور خود کفیل ہو، علاقائی، مذہبی اور لسانی بنیاد پر مراعات سے محروم رکھنا آئینِ ہند کی اصول شکنی اور جمہوری تقاضوں کے منافی ہے۔

اس وقت ہندوستان کے تعلیمی، معاشی اور سیاسی حالات عدم توازن کا شکار ہیں۔ اکثریت کا ایک بڑا طبقہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے جب کہ اقلیت کا ایک بڑا طبقہ غربت و افلاس اور جہالت و پس ماندگی کی انتہائی پستی تک پہنچ چکا ہے۔ خاص طور پر ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلم قوم کی تعلیمی اور معاشی پس ماندگی دیکھ کر ایک درد مند آنکھ سے آنسو چھلک پڑتے ہیں۔ حالاں کہ حقوقِ انسانی سے متعلق آئینی دفعات کے جز ۳/ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ملک میں کسی کے ساتھ کسی بھی بنیاد پر تفریق نہیں برتنی چاہیے۔ مگر افسوس راجندر سچر کی رپورٹ کے عین مطابق ”بعض مسلم پس ماندہ ذاتوں کی حالت ہندو دلتوں سے بھی بدتر ہے۔“ آج ہندوستان کے بعض علاقوں میں مسلم نٹ، بکھو، مہتر، حلال خور، خاک روب، لال بیگی، بھٹیارہ، کھٹک، مقری ترال، بھوئی، سائیں اور اسی طرح کی بہت سی مسلم برادریاں واقعی دلتوں سے زیادہ پس ماندہ ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ موجودہ صورت میں مذہب کی بنیاد پر ریزرویشن نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن جب یہی دلت مسلمان ہندو مذہب قبول کر لیتے ہیں تو انھیں وہ رعایتیں اور سہولتیں مل جاتی ہیں جو شیڈول کاسٹ کے لیے مخصوص ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی دلت ہندو اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو حکومت کی عطا کردہ وہ تمام سہولتیں ختم کر دی جاتی ہیں جو ہندو دلت ہونے کی وجہ سے اسے پہلے حاصل تھیں۔ کیا یہ مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا برتاؤ نہیں ہے؟ کیا یہ سہولت اور عدم سہولت مذہب کی بنیاد پر نہیں ہے؟ اس کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اب بڑی تیزی سے پس ماندہ مسلمان ہندو مذہب قبول کر رہے ہیں تاکہ انھیں شیڈول کاسٹ کی مراعات حاصل ہوں۔ لالو پرساد یادو جب بہار کے وزیر اعلیٰ تھے تو ان کے باڈی گارڈوں میں ایک راجیش خلیفہ بھی تھے۔ بہار میں عام طور پر خلیفہ کا ٹائٹل مسلم نٹ یا بکھو برادری کے لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ دریافت کرنے پر راجیش خلیفہ نے بتایا کہ میں نے اپنا نام اجمل سے راجیش اور بیوی کا نام بتول سے سیتا کر لیا ہے۔ اجمل خلیفہ نے اپنے حالات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو یہ نوکری مجھے نہیں ملتی۔ اجمل خلیفہ کو یہ نوکری مذہب بدلنے کی وجہ سے ملی ورنہ ذات کی بنیاد پر وہ مذہب بدلنے سے پہلے بھی خلیفہ تھا اور مذہب بدلنے کی بعد بھی خلیفہ ہی رہا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنا چاہیے۔ بچہ مزدوری بھی قانونی جرم ہے، مگر ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر

بتائیے جس کے گھر دو وقت سے چولہا نہیں جلا ہو، بدن ڈھکنے کے لیے کپڑا نہ ہو، وہ پہلے بھیک مانگ کر یا مزدوری کر کے پیٹ کی آگ بجھائے گا یا اسکول میں جا کر ایڈمیشن لے گا۔ مفت تعلیم بھی اسی وقت حاصل کی جا سکتی ہے جب دو وقت کا کھانا میسر ہو۔ ہندوستانی مسلمانوں کی اسی معاشی اور سماجی پس ماندگی کے پیش نظر یو.پی.اے. سرکار نے سچر کمیٹی اور رنگاناتھ مشرا کمیٹی کی تشکیل دی تھی۔ سچر کمیٹی کی ذمے داری مسلمانوں کی معاشی اور سماجی حیثیت کا جائزہ لینا تھا، جب کہ رنگاناتھ مشرا کمیٹی کی ذمہ داری ریزرویشن پر از سر نو غور کرنا تھا کہ ریزرویشن سے اب تک کتنا فائدہ پہنچا ہے اور اسے مزید بہتر کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ قومی کمیشن برائے مذہبی اور لسانی اقلیتیں ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۴ء کو قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کے سربراہ سپریم کورٹ آف انڈیا کے ریٹائرڈ جج چیف جسٹس رنگاناتھ مشرا تھے۔ کمیشن نے ۲۲/مئی ۲۰۰۷ء کو اپنا جائزہ اور سفارشات برسر اقتدار حکومت کو سونپ دی تھیں۔ مگر افسوس قریب دو برس تک یہ رپورٹ سرد خانے میں پڑی رہی۔ خیر خدا خدا کر کے ۱۸/دسمبر ۲۰۰۹ء کو حکومت نے یہ رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کر دی۔ رپورٹ خلافِ قانون پارلیمنٹ میں پیش ہونے سے قبل لیک ہو گئی تھی اس لیے بھی اقلیتوں کا دباؤ تھا کہ اسے جلد از جلد پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے تاکہ مسلمانوں کی پس ماندگی دور ہونے کا راستہ صاف ہو۔ مشرا کمیشن کی سفارشات باضابطہ منظر عام پر آنے کے بعد اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اپوزیشن کا دباؤ محسوس کیے بغیر اگر حکومت نے مشرا کمیشن کی سفارشات کو عملی شکل دے دی تو دنیا بھر میں ہندوستان کی ایک خوب صورت تصویر ابھر کر سامنے آئے گی۔

رنگاناتھ مشرا کمیشن کی سفارشات کے چند خاص گوشے ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

۱. پچھڑی ذاتوں کی شناخت میں اکثریت اور اقلیت میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔ اقلیتی فرقے کو وہی مراعات ملنی چاہئیں جو اکثریتی طبقے کو مل رہی ہیں۔

۲. اقلیتوں میں موجود شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب افراد کو وہی مراعات ملنی چاہئیں جو اکثریتی فرقے کے تمام افراد کو ملتی ہیں۔ اقلیتی فرقے کے تمام پس ماندہ افراد اور پس ماندہ ذاتوں کو وہی درجہ ملنا چاہیے جو اکثریتی فرقے کی ان ذاتوں کو مل رہا ہے۔

۳. آئین کی دفعہ ۳۴۱/ میں درج فہرست ذاتوں اور قبائل کے لیے ریزرویشن کا نظم ہے، لیکن شروع میں ایک صدارتی حکم نامے کے ذریعے اس دفعہ کا فائدہ صرف ہندو درج فہرست ذاتوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ بعد میں حکومت نے اس میں ترمیم کر دی اور سکھوں اور بودھ مذہب کے ماننے والوں کی درج فہرست ذاتوں کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ مسلمانوں، عیسائیوں، جینیوں اور پارسیوں کو شیڈول کاسٹ سے خارج رکھا گیا۔ کمیشن کا کہنا ہے کہ ان ہی ذاتوں کے مسلمانوں، عیسائیوں اور پارسیوں کو بھی شیڈول کاسٹ کا درجہ ملنا چاہیے۔

۴. رنگاناتھ مشرا کا کہنا ہے کہ منڈل کمیشن کی زمرہ بندی کے مطابق ملک میں او.بی.سی. کے ۲۷/فیصد کوٹے میں اقلیتوں کی (او.بی.سی.) کی آبادی ۸ء۴ فیصد ہے۔ لہٰذا ان کے لیے اسی تناسب سے ریزرویشن ہونا چاہیے۔ اس کوٹے سے مسلمانوں کو ۶/فیصد ریزرویشن ملنا چاہیے اور غیر مسلم اقلیتوں کو ۴ء۲/فیصد ریزرویشن ملنا چاہیے۔

۵. سرکاری ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کی نمائندگی بہت کم ہے۔ بعض اداروں میں تو ان کی بالکل نمائندگی ہی نہیں۔ لہٰذا ان کو آئین کی دفعہ ۱۶ (۴) کے تحت پس ماندہ قرار دیا جانا چاہیے۔ لہٰذا مرکزی سرکار اور ریاستی سرکار کی تمام ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں اقلیتوں کے لیے ۱۵/فیصد ریزرویشن ہونا چاہیے۔ ۱۵/فیصد میں مسلمانوں کے لیے ۱۰/فیصد مخصوص کر دیا جائے اور باقی ۵/فیصد ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں دیگر غیر مسلم اقلیتوں کے لیے کوٹہ خاص کر دینا چاہیے۔

۶. تمام فلاحی اور سماجی اسکیموں جیسے نریگا اور وزیر اعظم یوجنا وغیرہ میں اقلیتوں کو ۱۵/فیصد ریزرویشن دیا جانا چاہیے۔ ۱۰/فیصد مسلمانوں کو اور ۵/فیصد دیگر اقلیتوں کو۔

رنگاناتھ مشرا کمیشن کی ان سفارشات کی روشنی میں پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت نیک نیتی سے غور کر کے اگر ان کو نافذ کر دے تو بڑی حد تک مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی زبوں حالی کو سہارا مل سکتا ہے اور چند ہی سالوں میں مسلمانوں کی بدحالی خوش حالی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ مسلم ریزرویشن کی تائید میں آندھرا پردیش کی ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ پہلے ہی آ چکا ہے۔ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا

ہے کہ "مسلمانوں کے لیے ریزرویشن کو سیکولرازم کی ضد قرار دینا مناسب نہیں ہے، اس کے برعکس اگر کسی گروہ کو اس بنیاد پر ریزرویشن سے محروم رکھا جاتا ہے تو یہ بات سیکولرازم کے منافی ہوگی۔" سچی بات یہی ہے کہ پریشان حال اقلیتوں کو مساوی سطح پر لانے کے لیے خصوصی اقدامات کرنا سیکولرازم کے منافی نہیں بلکہ سیکولرازم کا بنیادی تقاضا ہے۔

منڈل کمیشن نے ۲۷/ فیصد ریزرویشن کا نظم پس ماندہ برادریوں کے لیے کیا تھا۔ لیکن تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ۱۹۹۲ء سے اب تک اس ریزرویشن کا فائدہ ۲/ فیصد مسلمانوں کو بھی نہیں مل رہا ہے۔ بہار میں منڈل کمیشن کے نفاذ سے قبل سرکاری نوکریوں میں ۱۲/ فیصد مسلمان تھے آج وہاں ۲/ فیصد بھی نہیں۔ قریب قریب یہی صورتِ حال ملک کے دیگر علاقوں میں بھی ہے۔ رنگاناتھ مشرا کمیشن نے انھیں حالات کے پیشِ نظر مجموعی طور پر تمام مسلمانوں کو بیک ورڈ تسلیم کرتے ہوئے انھیں ۱۰/ فیصد ریزرویشن دینے کی سفارش کی ہے۔

جسٹس رنگاناتھ مشرا کمیشن نے ریزرویشن کے حوالے سے جو رپورٹ پیش کی ہے بی. جے. پی. وغیرہ غیر مسلم جماعتیں تو یقیناً اس کی شدید مخالفت کریں گی اور کر بھی رہی ہیں۔ مگر ایک خدشہ یہ بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ بعض مسلم سیاسی لیڈران بھی اس کی مخالفت میں میدان میں آئیں گے کیوں کہ مشرا کمیٹی کی سفارشات اور ان کے نفاذ سے ان کی مسلم سیاسی ٹھیکے داری کو دھچکا لگے گا۔ دوسری طرف ملائم سنگ یادو، لالو پرساد یادو اور رام ولاس پاسوان اس کی حمایت کے لیے میدان میں کود پڑے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ان سیاسی بازی گروں کی شدید حمایت سے کہیں شدید مخالفت کی راہ ہموار نہ ہو جائے اور کہیں بابری مسجد کی طرح جذباتی مدعا بن کر مشرا کمیشن کی رپورٹ بھی شہید نہ ہو جائے۔ دیکھیے اب آگے کیا ہوتا ہے۔ ☆☆☆

# مجلسِ شرعی مبارک پور کے

## سترہویں فقہی سیمینار کے موضوعات

(۱) — غیر رسمِ عربی میں قرآن حکیم کی طباعت

(۲) — فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع کی شرعی حیثیت

(۳) — مساجد میں اے. سی. وغیرہ کی سہولیات اوقاف کی آمدنی سے

(۴) — فلیٹوں کی حیثیت زکوٰۃ کے نقطۂ نظر سے

(۵) — طویلے کے دودھ اور جانوروں پر زکوٰۃ کا مسئلہ

نوٹ:- پہلا اجلاس ۳۰/ جنوری ۲۰۱۰ء بعدِ مغرب شروع ہوگا۔

از:

ERROR: undefined
OFFENDING COMMAND: Comma

STACK:

/Arabic